

مینارِ پاکستان نے دیکھا اور سنا

حافظ محمد ادریس

نائب قیام جماعت اسلامی پاکستان

مینارِ پاکستان سیر و سیاحت کے شائقین کا پسندیدہ مقام ہے۔ ہر روز سینکڑوں مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے، دیہاتی اور شہری، پاکستانی اور اجنبی سیاح مینارِ پاکستان کی سیاحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں آنے والوں میں تعلیم یافتہ، مہذب اور فیشن لیبل لوگ بھی ہوتے ہیں اور ان پرچہ، غیر متمددن اور در ماندہ لوگ بھی یہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ سبزہ زاروں، پھلواریوں، پختہ اور صاف گزر گاہوں، بلند اور خوشنما چبوتروں سے گھرا ہوا یہ سر بفلک مینار ہر روز بہت کچھ دیکھتا ہے۔ یہ تاریخ کا امین اور لوگوں کے احوال کا راز دان ہے۔ یہ اس دن اپنے راز کھول دے گا جس دن زمین کو زبان عطا کی جائے گی۔

۱۹۴۰ء میں اسلامیان بر صغیر اسی جگہ جمع ہوئے جہاں آج مینارِ پاکستان سر اٹھائے اس تاریخی اجتماع کی یادگار بنا بر گزرنے والے کا دامن دل کھینچتا ہے۔ اسی جگہ ۱۹۴۰ء میں بر صغیر کے چپے چپے سے آئے ہوئے غلامانِ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی آزاد اسلامی ریاست قائم کرنے کا عزم باندھا تھا۔ مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے جذبات یکساں اور دل کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ تھیں۔ ان سب کے جذبات کو بنگال کے سپوت مولوی اے کے ایم فضل الحق نے زبان دی۔ قائد اعظم کی قیادت میں مجمع عام نے شیر بنگال کی پیش کردہ قرارداد کو یک زبان منظور کیا۔ یہ قرارداد دنیا کے نقشے پر ایک نئی مملکت کی تخلیق کا باعث بنی اور تاریخ میں قراردادِ پاکستان کہلائی۔ اسی تاریخی اجتماع اور قرارداد کی یادگار کا مظہر یہ مینارِ پاکستان ہے۔

۱۹۴۰ء میں اس مقام سے جو قافر چلا وہ اپنا سفر طے کر کے منزل استقلال تک تو پہنچا مگر یہ

اسیہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ وہ اسلامی نظامِ عدل کا گوہرِ مقصود حاصل نہ کر سکا، بلکہ لادینیست پسند عناصر کی سازشوں نے اسے بکھیر دیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ قائدِ اعظمؒ کے ویس میں ایک ”قائدِ عوام“ اٹھا۔ جس نے قرار دیا پاکستان کی دھجیاں بکھیر دس۔ شیرِ بنگال کی دھرتی سے ایک منہ زور ہاتھی نمودار ہوا جس نے ”بنگلہ بندھو“ کا لقب پایا۔ دونوں نے مل کر اندر اندر کا ندھی کو موقع فراہم کیا کہ وہ صدیوں کا انتقام لے سکے۔ فتح کے نشے سے بد مست شریعتی پکار اٹھی ”ہم نے نظریہ پاکستان کو خلیجِ بنگال میں غرق کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں سے ایک ہزار سال کی حکمرانی کا بدلہ لے لیا ہے“ پاکستان دولخت ہوا، ملتِ اسلامیہ کا جسم زار و نھکار اور اس کی تاریخ داغ دار ہو گئی۔ مینارِ پاکستان نے یہ سب کچھ دیکھا اور سنا۔ ندامت سے اس نے اپنی آنکھیں نیچے جھکا لیں۔

مینارِ پاکستان کی طرح ہر غیرت مند پاکستانی بھی نجالت کے مارے سراقلندہ و پشیمان تھا۔ مگر اہلِ ہمت کبھی ہتھیار نہیں ڈالا کرتے۔ کارواں راستہ بھٹک گیا تھا مگر جس کارواں بنے پچھ لوگ منزل کی نشاندہی کرتے رہے۔ انہی لوگوں نے مینارِ پاکستان کے دامن میں جاوہ و منزل کو اجاگر کرنے اور اندھیری شب میں قندیلیں روشن کرنے کا ارادہ کیا۔ مینارِ پاکستان نے یہ خبر سنی تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ متمنا لگا۔ وہ گھڑیاں اور دن گننے لگا۔ کچھ لوگ ٹولیوں کی صورت میں اس کے قدموں میں آکر بیٹھے۔ اس نے ان کی باتیں غور سے سنیں۔ وہ ہر روز آنے والے ہجوم سے یکسر مختلف لوگ تھے۔ اسے وہ بہت بھلے اور پیارے لگے۔ انہیں وہ اپنے سینے سے چمٹا لینا چاہتا تھا۔ وہ کئی دنوں تک انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ وہ مینارِ پاکستان کے دامن میں ایک عارضی بستی بسانے کے منصوبے اور نقشے تیار کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سنجیدہ، ان کے چہرے متین، ان کی جوانیاں بے داغ اور ان کے سینے حبِ الہی اور عشقِ رسولؐ کا مسکن تھے۔ یہ انوکھے لوگ آتے تو مینارِ پاکستان کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ یہ اسی معاشرے میں رہنے والے لوگ ہیں جس معاشرے سے ہجوم کے ہجوم اور غول کے غول ہر روز یہاں آتے ہیں۔ مگر ان کا انداز اور ہوتا ہے، ان کا چلن دوسرا ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بستی بس گئی اور پھر ایک روشن صبح ہر جانب سے عشقِ بلاخیز کے قافلے چل نکلے۔ ان سب کا رخ مینارِ پاکستان کی طرف تھا۔ ان سب کی منزل یہ نئی اور عارضی خیمہ بستی تھی۔ کارواں پہ کارواں آتے گئے اور سورج ڈھلنے سے پہلے بستی پوری طرح آباد ہو گئی۔ یہاں سے ایک قافلہ چلا تھا اور یہاں آج پھر ایک قافلہ آن رہا ہے۔ وہی بھولا ہوا سبق یاد دلانا مقصود ہے جو تقریباً نصف صدی قبل یہاں کی فضاؤں میں گونجتا تھا ”پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ“۔ اسی سبق کو اب یوں دہرایا گیا ”پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب“۔

مینارِ پاکستان حیرت اور مسرت کے ساتھ سب مناظر دیکھتا رہا۔ اس نے اپنے پڑوس میں شاہی مسجد کے پر شکوہ میناروں اور گنبدوں سے اپنے دلی جذبات کا اظہار بھی کیا۔ وہ خوش تھا کہ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے نمائندے اس کے دامن میں جمع ہیں۔ مینارِ پاکستان نے دنیا بھر کی خبریں سن رکھی تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ پاکستان میں شہرتوں کے بیج بونے والوں نے ملتِ اسلامیہ کو پھاڑ ڈالا تھا۔ کہیں سندھی اور غیر سندھی کے جھگڑے تھے، کہیں پختون اور غیر پختون کی بحث تھی، کہیں پنجابی اور بلوچ کے سوال پر تعصبات کو ہوا دی جا رہی تھی اور کہیں مہاجر قومیت کی بنیاد پر قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ مینارِ پاکستان نے دیکھا کہ اب جو قافلے اس کے دامن میں آکر رے تو ایک بوڑھے سندھی کا بستر ایک مہاجر نوجوان نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا، ایک پنجابی نوجوان نے اردو بولنے والے ایک بزرگ کا استقبال کیا اور انہیں ادب و احترام سے ان کے متعلقہ کیمپ میں پہنچا دیا۔ نماز کے بعد ایک ضعیف العمر پنجابی کارکن کے جوتے ایک پختون نوجوان نے نہایت ادب و احترام سے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ ”یا اللہ یہ نمونے بھی اس قوم میں موجود ہیں۔ مسرت کے ساتھ مینار پکار اٹھا۔ مرقہ اقبال کی طرف دیکھتے ہوئے مینار نے بے ساختہ اقبالؒ کو دعائیں دیں کہ اس نے سچ ہی تو کہا تھا ”خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی“۔

غیر ملکی مندوبین کی آمد کا منظر کتنا پر شکوہ تھا۔ الجزائر کے شہداء کا نمائندہ بھی یہاں تھا، مصر کے قافلہ سخت جان کے رہنما بھی آگئے تھے۔ ارضِ انبیاءِ فلسطین کی لہو ترنگ وادیوں سے مجاہدین کا سرخیل بھی مشکل گھائیاں عبور کر کے قافلہ حق میں آملتا تھا۔ تیونس کے جیل خانوں کو آباد کرنے والا اور جبر و ظلم کے نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرنے والا میرِ کاروان بھی جلوہ افروز تھا، امریکہ کے تاریک ماحول کو منظور کرنے والے اور یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دینے والے فرزند ان توحید بھی رونق فرماتے، دیارِ مقدس اور مشرقِ وسطیٰ کے ہر خطے سے ملت کے پیہر مغز رہنما تشریف لاپکے تھے، براعظمِ افریقہ کی نمائندگی بھی تھی اور مشرقِ بعید سے آنے والے مہمانانِ گرامی قدر بھی گلستانِ امت میں بہار کا سماں پیدا کر رہے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیڈر بھی جلوہ گر تھے اور بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) کے ثابت قدم قائد بھی مریخِ خلاق بنے یہاں تشریف فرماتے۔ ترکی کامردینا بھی آچکا تھا اور ہندو لاکھ شہداء کی سرزمین افغانستان کے سرکف مجاہدین بھی توجہات کا مرکز تھے۔ سالارِ قافلہ، امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان سب کے لیے دیدہ و دل فرس راہ کر رہا تھا۔ مینارِ پاکستان اس منظر پر جھوم اٹھا اور پھر اقبالؒ کو دعائیں دیں کہ اس نے یہ کہا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابجاگِ کاشغ

اقبالؒ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر کا وقت آیا چاہتا ہے۔ ستاروں کی تنگ تابی طلوعِ صبح کا پتہ دیتی ہے۔ لاکھوں کا مجمع ہے مگر نہ کوئی بد نظمی ہے نہ ہڑ بونگ، ہر کام نہایت سلیقے اور تنظیم سے انجام پا رہا ہے۔ ایک جانب ہزاروں خواتینِ اسلام اپنے کیمپوں میں موجود ہیں۔

اقبالؒ دانائے راز تھا، اس کے دل میں امتِ مسلمہ کا دردِ پنہاں تھا۔ اس کی زبانِ اسلام کی شوکتِ رفتہ کے احیاء کے لئے بانگِ درا تھی، اس کے اشعار سوتوں کو جگانے کے لئے اذانِ صبح کا درجہ رکھتے تھے۔ اقبالؒ نے قوم کے ہر فرد کو پکارا مگر اسے جس جوہرِ قابل کی تلاش تھی وہ نایاب تھا۔ اس کی زندگی کے آخری سالوں میں اسے اپنا مطلوب مل گیا۔ اس نے جواں ہمت و جواں سال، پاک نظر و پاک باز، عالمِ باعلیٰ و محققِ بے مثال، مشتہرِ قرآن و مجاہدِ باکمال سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو دیکھا تو پکار اٹھا کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آ گیا۔ سید مودودیؒ سے درخواست کی کہ خطہ پنجاب میں آئیں تاکہ تجدید و احیاءِ دین کا کٹھن کام سرانجام دیا جاسکے۔ سید نے شاعرِ مشرق کی پکار پر لبیک کہا اور دکن کی سرزمین سے کوچ کر کے شمال کے پانچ دریاؤں کی دھرتی کو مسکن بنایا۔

اقبالؒ جلد ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے مگر مفکرِ اسلام نے خدا کے بھروسے پر کام جاری رکھا۔ گھٹا ٹوپ اندھیروں اور مایوسیوں کے درمیان روشنی کی ایک کرن اور امید کی ایک صدا پٹھانکوٹ کے نزدیک دارالاسلام سے بلند ہو رہی تھی۔ اقبالؒ لاہور میں میٹھی نیند سوچکے تھے مگر سید مودودیؒ نے راتوں کی نیند اور دن کا چین اس مقصد کے لئے قربان کر دیا تھا جس کی جھلک اقبالؒ نے جا بجا اپنے دردِ بھرے مگر ایمان آفریں اشعار میں دکھائی تھی۔ خاکِ راہ کو رازِ الوندی بنانے کا مشکل کام اب سید مودودیؒ کے کندھوں پر تھا۔ سید مودودیؒ نے ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو اقبالؒ ہی کے شہر لاہور میں ”عشقِ بلاخیز کا قافلہ سخت جاں“ منظم کر کے وادیِ شوق میں قدم رکھ دیا تھا۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درمائدہ کارواں کو
شرقشاں ہوگی آہ میری، نفسِ مرا شعلہ بار ہو گا

اقبالؒ کے خواب کے دو حصے تھے۔ ایک برصغیر میں ایک آزاد اسلامی ریاست کا قیام اور دوسرا اس ریاست کو حقیقی اسلامی ریاست بنانا۔ پہلے حصے کا بیڑا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے اٹھایا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی صورت میں وہ خواب پورا ہو گیا۔ دوسرے حصے کی تکمیل سید مودودیؒ کے ذمے لگ گئی اور انہوں نے اس کے لئے دیوانوں کا ایک قافلہ ترتیب دیا۔ راستہ کٹھن ہے، زادِ راہ کم اور منزل دور، مگر ایک لگن ہے جو شیدائے دلوں میں پیدا کر دی تھی۔ اقبالؒ مینارِ پاکستان کے قریب ہی محوِ استراحت ہے۔ مینارِ پاکستان ایک

تاریخی مقام ہے۔ یہیں اقبالؒ کی وفات کے بعد قائدؒ نے اسلامیانِ برصغیر کو اکٹھا کیا تھا۔ یہاں آج سید مودودیؒ کے فدائی جمع ہو رہے ہیں۔ سیدؒ نے بارہا اپنے چاہنے والوں کے سامنے یہ عملی مثال قائم کی کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بابرکت ہے وہ زندگی جو بتدگی رب اور عشق رسولؐ میں گزرے، اور باعثِ سعادت ہے وہ موت جو اس راہ میں آجائے۔ اس نے نہ کبھی زندگی سے اتنا پیار کیا تھا کہ اسی کا ہو کر رہ جائے، نہ موت سے خوف کھایا تھا کہ بزدل بن جائے۔ اس نے مینارِ پاکستان سے کچھ فاصلے پر ۱۹۶۳ء میں گولیوں کی بوچھاڑ میں اعلان کیا تھا کہ وہ گولیوں سے نہیں گھبراتا اور موت سے نہیں ڈرتا، اور تاریخ نے دیکھا کہ زندگی نے موت کو شکست دے دی تھی۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسماں کو میکران سمجھا تھا میں

آج چھبیس سال بعد سید مودودیؒ کا قافلہ تجدیدِ عہد کے لئے مینارِ پاکستان کا مہمان ہے۔ سیدؒ خود موجود نہیں مگر اس کی تعلیمات زندہ ہیں، اس کی یادیں دلوں میں موجزن ہیں، اس کا نمونہ راستے کا سنگِ میل ہے۔

۸ تا ۱۰ نومبر تین روزہ اجتماع کا پروگرام پہلے سے چھپ چکا ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں پروگرام کی کاپی ہے۔ اجتماع عام کا پہلا سیشن ساڑھے تین بجے بعد نمازِ عصر شروع ہو گا۔ ٹھیک ساڑھے تین بجے پروگرام کا آغاز کر دیا گیا۔ لوگوں نے اپنی گھڑیاں درست کیں۔ ذکرِ حکیم سے آغاز ہوا۔ مینارِ پاکستان بھی گوش بر آواز تھا، جس طرح مجمع کا ہر فرد تلاوت کی سماعت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ آیات نے چھبیس سال پہلے کا اجتماع عام آنکھوں کے سامنے تازہ کر دیا تھا۔ وہ اجتماع اکتوبر ۱۹۶۳ء میں باغ بیرون بھائی گیٹ میں منعقد ہوا تھا۔ وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ مینارِ پاکستان کو اس کے بارے میں بہت کچھ یاد تھا آج مینارِ پاکستان کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ بند کانِ حق کو اس نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ وہ قرآن مجید کی آیات سن رہا تھا اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حکمِ سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ بھی بھلائی ہے تو وہ ضرور انہیں سننے کی توفیق دیتا۔ (لیکن بھلائی کے بغیر) اگر وہ ان کو سنواتا تو وہ بے رخی کے ساتھ منہ پھیر جاتے۔“

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسولؐ تمہیں

اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے ، اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے ، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا ، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی ، اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا ، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جاتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو ، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔“

(سورہ انفال: ۲۴ تا ۲۸)

یہاں ہر روز سینکڑوں سیاح آتے ہیں۔ مینارِ پاکستان لاکھوں انسانوں سے ہر سال متعارف ہوتا ہے۔ ان کی گفتگو چال ڈھال ، اندازِ بیان ، دلچسپیاں ، سوچ ، منزل ، نصب العین غرض ہر چیز مینارِ پاکستان کے ذہن میں کاٹنا بن کر اٹک جاتی تھی۔ اب جو لوگ مینارِ پاکستان کے مہمان بن کر آئے تھے یہ یکسر مختلف قسم کے انسان ہیں۔ کالم کلوچ اور بیہودہ گوئی جو ایک فیشن بن چکا ہے ، اس خیمہ بستی کے لاکھوں باسی خدا کے فضل سے اس سے بالکل پاک ہیں۔ لغوبات اور لایعنی کام ان کے شب و روز میں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ کسی پر تنقید نہ تشنیع ، نہ نفرت کے بول نہ حقارت کا اظہار۔ مخالفین کا تذکرہ آیا تو ان کا نام بھی شائستگی اور احترام سے لیا گیا۔ نہ سٹیج سے شعلہ نوائی کے شوق میں کوئی بہکانہ سامعین میں سے کسی نے کوئی گھٹیا حرکت کی۔ جگہ تینگ پڑ گئی تو ایثار و اخوت کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔

میر کارواں نے بار بار مختلف موضوعات پر انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا۔ استباہرا مجمع دیکھ کر لوگوں کا لہجہ بدل جاتا ہے اور دھواں دھار تقرباً بروں میں نہ معلوم کیا کچھ اول فول فضا میں بکھیر دیا جاتا ہے مگر یہ میر کارواں اور اس کے سبھی ساتھی عجیب لوگ ہیں۔ لاکھوں کا مجمع دیکھ کر ان کا سر عجز و انکسار سے جھکا جاتا ہے۔ خود بھی ذکر الہی میں مشغول ہیں اور سامعین کو بھی بار بار اسی کی تلقین کر رہے ہیں۔ یہ اسی تلقین اور اندازِ قیادت کا کرشمہ تھا کہ مینارِ پاکستان کے دامن میں پہلی رات کو محفل مشاعرہ جمی تو اس کا رنگ بھی منفرد تھا۔ کلام پڑھنے والوں نے اپنا خون جگر اپنے شعروں میں انڈیل دیا تھا۔ ان کے اشعار کی امتیازی شان دردِ دل ، اخلاصِ عمل ، اطاعتِ رسولؐ اور بندگی رب کا اظہار تھا۔ اونچے سے اونچا شعر پیش کیا گیا اور خوب داد ملی

مگر مجال ہے جو کوئی بہکا ہو۔ مینارِ پاکستان کئی شعروں پر جھوم جھوم کیا جبکہ کئی اشعار پر اس کی آنکھیں بے ساختہ بھیگ گئیں۔

جب ہزاروں کا مجمع محفلِ مشاعرہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور رات کی زلفیں بھیگ چکی تھیں تو اس وقت میر کارواں اپنے ارکان کے ساتھ ایک الگ خیمے میں اپنے آپ کو محاسبے کے لئے پیش کر رہا تھا۔ محاسبہ جو زندگی کے لئے بے حد نفع بخش اور تحریک کے لئے زندگی کا ضامن ہوتا ہے۔ ارکان بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ محاسبے میں نہ ذاتی دشمنی ہے نہ کوئی مفاد و ابستہ۔ یہ خالصتاً خیر خواہی کے جذبے اور اسلامی آداب و احکام کی بجا آوری کی نیت سے پیش کیا گیا ہے۔ مینارِ پاکستان مشاعرے سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا مگر اسے ایک تجسس سا تھا کہ اجتماعِ ارکان میں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ اس نے جب اجتماع کی چند باتیں گردن جھکا کر سنیں تو عیش عیش کر اٹھا۔ اس قوم میں قائمین کا محاسبہ! قائمین تو محاسبے سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں۔ مگر یہ کیسے لوگ ہیں کہ بے لاگ محاسبہ بھی کر رہے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اپنے قائد سے محبت بھی کرتے ہیں۔ قائد نہ محاسبے پر ناراض ہے نہ مایوس۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے ساتھی سوچتے ہیں اور سوچ ہی زندگی کی علامت ہے۔ وہ دھیمے انداز میں اپنے ساتھیوں کو جواب دے رہا ہے۔ کوئی جواب سے مطمئن ہو گیا اور کوئی مطمئن نہ ہو سکا۔ جو مطمئن نہ ہوا اُس کے لئے آئندہ بھی موقع ہے کہ وہ اپنے اشکال پیش کرے اور جواب حاصل کرے۔ مینارِ پاکستان سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ قائد اتنا طاقتور ہے کہ اس کے پاس وفادار کارکنوں کا ایک لشکر ہے مگر اتنا کمزور کہ کوئی سالشکری بھی اسے روک کر اس کا محاسبہ کر لے! اور یہ لشکری بھی عجیب ہے کہ ایک جانب دیدہ و دل فرس راہ کر رہا ہے اور دوسری جانب سالار کو ٹوک رہا ہے! ہاں تو تاریخ کے سینے میں جو اسلام محفوظ ہے وہ اپنی اصلی صورت میں جب دھرتی کے سینے پر عمل پیرا تھا تو چشمِ فلک نے بار بار یہی مناظر دیکھے تھے۔ مینارِ پاکستان خوشی سے جھوم اٹھا کہ اس نے تاریخ کو اپنے آپ کو دہراتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

اجتماع کے پروگراموں میں وقفے بھی ہوتے۔ لوگ اپنے اپنے کیمپوں کی طرف لپکتے۔ اذان ہوتی تو نماز کے پنڈال کا رخ کرتے۔ فرصت ملتی تو سٹالوں پر کتابیں، رسالے، کیسٹ اور دیگر اشیاء دیکھتے اور حسبِ خواہش و حسبِ استطاعت خریداری کرتے۔ کتابوں کا ایک بازار تھا مگر کوئی فحش تحریر، مخربِ اخلاق کتاب، غیر سنجیدہ مجلہ کہیں نظر نہ آیا۔ لوگوں کی گفتگوؤں کا محور تقریر کے حوالے سے، کتب و رسائل کے تناظر میں 'پاکستان کی منزل'۔ اسلامی انقلاب ہی

پر وگراہوں میں درس قرآن و حدیث بھی ہوئے ، سیاسی ، معاشی ، تعلیمی ، معاشرتی ، عالمی موضوعات پر تقاریر بھی کی گئیں ، مگر کوئی بھی موضوع ایسا نہ تھا جس پر گفتگو کرنے والے نے اپنی تقریر میں قرآن و سنت کے حوالے نہ دیئے ہوں ۔ پورا ماحول قرآن کی روشنی سے منور اور حدیث کی خوشبو سے معطر رہا۔ پاکستان سے باہر کے مہمانوں نے بھی خطابات سے نوازا اور جہاں مجمع کو ایمان افروز پیغام دیئے وہاں اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ اس منظم ، پر شکوہ ، عظیم الشان اور کثیر التعداد اجتماع عام نے خود ان کو ولولہ تازہ بخشا ہے ۔ مینار پاکستان نے بڑے بڑے بجوم تو کئی بار دیکھے تھے مگر تعداد اور منظم و ضبط کے لحاظ سے استیابڑا مجمع کبھی اس سے قبل وہ نہ دیکھ سکا تھا ۔

شاہی مسجد کے مینار بھی مینار پاکستان کی خوشیوں میں شریک تھے ۔ اورنگ زیب نے جس محبت اور لگن کے ساتھ اس عظیم الشان مسجد کو تعمیر کروایا تھا اس کی یاد میں مسجد کے در و دیوار اور سقف و بام کے رگ و پے میں اب تک زندہ ہیں ۔ اورنگ زیب ایک مجاہد تھا ، فاتح تھا ، درویش تھا اور عابد و زاہد تھا۔ اس کے دم قدم سے اسلام دشمن خوف زدہ تھے اور اہل حق غالب و سر بلند ۔ اس نے آنکھیں موندیں تو فتح و نصرت نے بھی آنکھیں پھیر لیں ۔ آج پھر ضرورت ہے کہ جذبہ جہاد و درویشی کے امتزاج سے تجدید عہد کر کے ایک کارواں وادی عشق و شوق میں اترے ۔ شاہی مسجد کے میناروں نے اس کارواں کو اپنے سائے میں اترتے اور تین دن تک یہاں قیام کرتے دیکھا دن کی روشنی میں اور رات کی خاموشی میں ، صبح کی خشک پر سکون گھڑیوں میں اور دوپہر کے چمکتے سورج کی تمازت میں ، نماز میں سجدہ ریز حالت میں اور جلسہ گاہ میں پر جوش نعروں کی گونج میں ، ذکر و تسبیح میں مشغول اور دروازے آئے ہوئے برادران اسلام سے بغل گیر ، میناروں نے انہیں ہر حال میں خدا خوف و خدا یاد پایا ۔ شاہی مسجد کے میناروں نے مینار پاکستان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا ”شاید اقبالؒ کی روح کو اب قرار آجائے۔ ایک عالم نو پیدا ہونے کا سامان نظر آ رہا ہے“

جہاں نو ہو رہا ہے پیدا ، وہ عالم پیر رہا ہے
جسے فرنگی مقاموں نے بنا دیا ہے قمار خانہ!
ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ!

مینار پاکستان نے اس بات کی تصدیق کی اور مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبالؒ ہی کی زبانی اپنے

جذبات و احساسات کی یوں ترجمانی کرنے لگاھ

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
 غالب و کار آفریں ، کارکشما ، کارساز
 خاکی و نوری نہاد ، بندہ مولا صفات
 پر دو جہاں سے غنی ، اس کا دل بے نیاز
 اس کی ادا دل فریب ، اس کی نگہ دل نواز
 نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
 رزم ہو یا بزم ہو ، پاک دل و پاک باز

۱۰ نومبر نماز جمعہ کے بعد اختتامی دعا کے ساتھ میر کارواں اپنے لشکریوں کو رخصت کر رہا ہے۔ ہر زبان پر دعا ، دل میں جذبہ عمل ، آنکھوں میں اشک اور حلقے میں حسین یادیں ہیں۔ الوداع کا منظر کتنا عجیب ہے۔ سورج مغرب میں غروب ہونے کو ہے۔ قافلے جا رہے ہیں۔ مینار پاکستان باچشم ترا نہیں الوداع کہہ رہا ہے۔ وہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اے مہمانان عزیز پھر کب آؤ گے؟ مگر چپ ہے کہ مہمانان عزیز آپس میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ گلوگیر آوازیں پتہ دیتی ہیں کہ یہ جدائی ان پر بھی شاق ہے مگر ان کا میدان عمل بھی تو ان کا منتظر ہے۔ یہاں سے انہوں نے جو کچھ پایا ہے اب اسے جا کر میدان عمل میں استعمال کرنا ہے۔ ہر جانب الوداع کی آوازیں اور الفراق کا منظر ہے۔ دو تین روز پہلے یہی قافلے ہر سمت سے مینار پاکستان کی جانب امنڈے چلے آ رہے تھے ، آج یہ مینار پاکستان سے مختلف سمتوں میں رواں دواں ہیں۔ مینار پاکستان بھی بس صرف اتنا کہہ سکا ”الوداع الوداع اور قافلے رواں دواں رہے“

اجتماع میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی تھی۔ ہر مقرر کی تقریر کا لٹ لباب یہ تھا کہ ”اللہ کی رضا ہمارا مقصود ہے“۔ میر کارواں نے بار بار اس بات کا اظہار کیا کہ یہ اجتماع عالم اسلام کا نامتو اجتماع ہے اور ہمارے درمیان قومیتوں کے ناموں پر قائم ہونے والی سرحدیں استعمار کی قائم کردہ ہیں۔ ہم ملت واحدہ ہیں ، ہمارا مقصود رضائے الہی اور ہمارے قائد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میر کارواں دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمانوں کی رفاقت میں مینار پاکستان کے گیٹ پر آیا تو مینار پاکستان اور شاہی مسجد کے مینار بیک وقت پکار اٹھے۔ شاہی مسجد کے میناروں نے کہا ”اقبال نے جو دعوت دی تھی وہ حسرت نہیں رہی، اب حقیقت بن گئی ہے۔ اقبال کو خوش خبری اور مبارک ہو“

تو ابھی ریگزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر!
 مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر!
 جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
 حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر!

مینارِ پاکستان نے بھی اقبالؒ کو مبارکباد دی اور اس کے خوابوں کی تعبیر سامنے آنے پر شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے میر کارواں کو الوداعی نظروں سے دیکھا اور کہا یہ میر کارواں اور اس کے تمام لشکری ختم الرسلؐ کی رہنمائی و قیادت میں وادی شوق کا سفر طے کرنے کا جو عزم رکھتے ہیں وہ بھی قابلِ صد مبارکباد ہے۔ اقبالؒ نے سچ کہا تھا ہے

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
 اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
 اور میں نے مینارِ پاکستان کو اطمینان دلایا کہ تم آئندہ بھی ایسے مناظر بار بار دیکھو گے!